مجاہدِ اعظم

حصہ اول

شاکر حسین امروہوی

maablib.org

[illegible] کراچی

مجاہدِ اعظم

حصۂ اول

تحقیقات صحیح و سوانح مستند حضرت سید الشہدا امام الثقلین امام حسینؑ

اور

مکمل حالات و اسباب واقعہ ہائلہ کربلا

مصنفہ

مورخِ نامور و محقق بے بدل

حضرت مولوی سید شاکر حسین صاحب نقوی امروہوی

ناشرین

کارکنان اُردو وادبستان جے پور

مطبوعہ [illegible] پریس دہلی

قیمت

چار روپے

وظلم) خودکشی) کریگا۔ یاد رہے کہ ہم بہت جلد اس کو آگ میں جھونک دیں گے اور یہ بات اللہ کے لئے آسان ہے پارۂ ۵ سورۂ نساء آیہ ۲۹ -

وہ گھر جو مہبط قرآن سرچشمۂ علم اور منبع ہدایت تھا اور اس کا ہر فرد، مرد و عورت بوڑھا بچہ احکامِ قرآنی سے باخبر اور یکساں عامل تھا کیا ایسے گھر کی ایک ممتاز خاتون کو جو امام کی بہو۔ امام کی بھاوج، امام کی بی بی اور امام کی ماں تھی اس تہدید الٰہی کی خبر نہ تھی کہ خودکشی کرنے والے کا ٹھکانہ جہنم ہے -

اس کے علاوہ یہ روایت سوائے ابنِ شہر آشوب کے کسی نے نہیں لکھی صاحب مقام الذخار اس روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "منافی با جمیع روایات فریقین است"۔

(۱۹) تاراجیٔ خیام۔ تاراجیٔ لباس، پامالیٔ نعش

(۱۹) خیام اہل بیت کا معہ چادرہائے مخدراتِ عصمت تاراج کیا جانا۔ حضرت کے جسدِ مطہر سے لباس کا اُتارنا اور آپ کی نعشِ مقدس کا پامالِ سُمِ اسپاں ہونا ایسے مشہور واقعات ہیں کہ ان سے انکار کرنا مشکل ہے اور عموماً متقدمین اور متاخرین کی کتابیں ان اذکار سے بھری ہوئی ہیں۔ مخالفوں کی شقاوت اور قساوت اور بے غیرتی و بے حمیتی کو دیکھتے ہوئے اس قسم کی کمینہ اور شرمناک حرکات کچھ تعجب خیز نہیں، درحقیقت ان دشمنانِ شرافت وانسانیت نے حسن کو شریف سمجھنا۔ شرافت کی توہین ہے اور انسان کہنا انبیائے نوع کی تحقیر ہے اپنی وحشیانہ سفاہت اور ابلیسانہ شرارت میں کوئی کمی نہیں کی ان کے دل پتھر سے زیادہ سخت اور ان کے بہیمانہ جذبات درندوں سے زیادہ خطرناک تھے انہوں نے ایک حاکم کی خوشامد میں اپنی ملکی خصوصیت اور قومی حمیت کو خیرباد

کہہ کر ان ہولناک مظالم کا ارتکاب کیا جن کی مثال پیش کرنے سے تمام قوم کی تاریخیں معذور ہیں۔ دنیا کے تمام ظالموں اور سفاکوں کی بے رحمیاں ان کے سامنے گرد ہیں ایسے شیطان سیرت اور ناپاک سرشت انسانوں سے اس طرح کی قابل نفرت حرکات کچھ بھی بعید نہیں نہ ان پر حیرت و استعجاب کی کوئی وجہ معلوم ہوتی ہے۔

اگرچہ یہ واقعات جن کی روائیتیں حدِ تواتر تک پہونچی ہوئی ہیں درایتاً کسی تنقید کی گنجائش نہیں رکھتے لیکن شاید ہمارا یہ قیاس بے معنے نہ ہو کہ ایک ایسی سرکار کی لوٹ جہاں امیرانہ جاہ وجلال تو درکنار، فقیرانہ ساز و سامان کی بھی یقیناً کمی تھی۔ اور جو ضروریاتِ زندگی سے زیادہ ہونے کے علاوہ بالکل ہی سادہ اور محض معمولی تھا۔ ہزاروں آدمیوں کے جم غفیر کو کیا لالچ دلا سکتی تھی اگر عوام کو چھوڑ کر خواص کی طرف خیال کیا جائے تو افسرانِ فوج خود رؤسائے قوم اور سردارانِ قبائل تھے۔ ان کو اس تاراجی سے کیا نفع حاصل ہو سکتا تھا۔ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت کے ساتھ وہ خزانہ یا اس کا معتد بہ حصہ معہ تحائف و نفائس موجود تھا جو آپنے مکہ سے چل کر منزل تنعیم پر یمن کا آتا ہوا لے لیا تھا۔ اور جس کو ابن خلدون اور ابن طاؤس بحوالہ زبان عامل یمن کا یزید کی طرف بھیجا ہوا قیمتی زیور پارچہ جات اور سامان لکھتے ہیں چنانچہ آپنے محمد بن بشیر حضرمی کو ان کے بیٹے کی گرفتاری کے فدیہ میں ہزار روپے کے کپڑے دئے تھے۔ اس کے علاوہ یہ بھی خیال ہو سکتا ہے کہ آپ کے ساتھ جس قدر جماعت تھی وہ بھی کئی سو سے کم نہ تھے اگر آپ بالکل خالی تھے۔ تو ان کے مصارف کیونکر پورے ہو سکتے تھے۔ ہم اس کو تسلیم کرنے پر آمادہ ہیں۔ مگر گفتگو صرف اس میں ہے کہ ایک مذہبی پیشوا اور روحانی سردار جو محض ہدایتِ امت کا بیڑہ اٹھا کر گھر سے نکلا ہے جس کا نصب العین سلطنت وحکومت نہیں اُس کے گھر کو۔ درہم و دینار کے توڑوں۔ گراں بہا کپڑوں اور طلائی ونقرئی زیوروں سے

کیا علاقہ۔ اور الفقر فخری فرمانے والے کے فرزند کو اس ساز و سامان سے کیا تعلق جس کا منتہائے امتیاز فقر و فاقہ اور ترکِ دنیا ہو۔ ایسے دنیاوی شان سے کیا سروکار جس کا آیا ہوا سامان خواہ وہ نقد روپیہ ہو یا اس کے ساتھ قیمتی تحائف آپ نے اسی وقت تقسیم کر دیا تھا اس میں سے کس قدر آپ کے تصرف میں رہا اس کے متعلق ہمارے پاس کوئی تاریخی شہادت موجود نہیں ہے۔ تاراجیٔ خیام کے وقت جو واقعات بیان کئے گئے ہیں ان میں بعض روایتیں ایسی ہیں جن سے مخدراتِ عصمت کے پاس سونے چاندی کا زیور ہونا پایا جاتا ہے۔ بے شک عورتوں کو ایسے زیور رکھنے کی اسلام نے اجازت دی ہے مگر جب بانیٔ اسلام کی بیٹی نے اس قسم کے تکلفات کبھی نہیں کئے جس کی چادر میں کپڑے کے بدلے لیفِ خرما کے پیوند ہوتے تھے۔ تو کیونکر قیاس میں آ سکتا ہے کہ ایسی معظمہ کی بیٹیاں اور بہوئیں دنیاوی آرائش کو پسند فرماتی ہوں جب دشمن جانتے تھے کہ حسینؑ کے پاس کوئی دنیاوی اسباب بناوٹ کوئی ایسی شے نہیں جو تاراج کے قابل ہو تو ان کا ایسا ارادہ ایک بے سود امر تھا اور ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اس فقیرانہ سامان اور ان فقیرانہ کپڑوں کی لوٹ اور مخدراتِ عصمت کو بے پردہ کر دینے سے ان کو کیا مالی فائدہ پہونچ سکتا تھا۔ کیا عجب ہے کہ یہ لوٹ صرف مردانے خیموں تک محدود رہی ہو۔ اسی لئے ہم ملائے کاشفی کی اس تحریر سے۔

"اما بعد از قتلِ آنحضرت شمر مردود با جمعے شطار و دزدے بخیمۂ امام انس و جان نہادند۔ وہر متاعی کہ دیدند بغارت و تاراج بردہ گرد عورات تعرض نرسیدند"

متفق ہیں جس کی تائید ملائے موصوف کے اس عبارت سے بھی ہوتی ہے:

"القصہ عمر سعد گفت تا منادی کردند کہ بخیمۂ زنان درمیائید و متعرض

این ہیچ کس بسید سجاد نشوید۔ و دست از غارت بدارید و آنچہ بردید باز دہید۔ این سخن را کسے اطاعت نکرد و ہیچ چیز باز ندادند و دیگر غارت نکردند"

اس طرح جسدِ مطہر سے لباس اتارے جانے کی بابت ہم کو اس وجہ سے تامل ہے کہ اول تو وہ کوئی قیمتی نہ تھا دوسرے جب ہتھیاروں کے صدہا زخم جسم پر ہو چکے تھے۔ تو وہ کپڑے بھی جسم کے ساتھ پارہ پارہ ہو چکے تھے۔ ان کو کوئی لیتا بھی تو کیا کرتا کیونکہ بعض مورخ آپ کے جسمِ مقدس پر بہتر بعض تیروں کے علاوہ ۳۳ زخم نیزوں کے اور ۳۴ زخم تلواروں کے بعض علاوہ تیروں کے ستر بعض تین سو بیس اور بعض ایک ہزار نو سو اور بعض ایک ہزار نو سو اکاون۔ زخم بیان کرتے ہیں جب کپڑے زخموں کے ساتھ اس قدر کٹ چکے تھے تو وہ قابلِ پوشش کیونکر سمجھا جا سکتا ہے۔ ملائے مجلسی نے جلاء العیون میں نقلاً عن شیخ مفید و سید ابن طاؤس اتنی تصریح کی ہے۔

"جامہ ہائے آنحضرت کہ قیمتی داشت مانند جبۂ خز و عمامۂ خز۔ غارت کردند"

دوسرے سب کپڑوں کو نہیں لکھا لیکن یہ بھی علامت اور قابلِ استعمال کب سے تھے البتہ ہتھیاروں کے متعلق جن لوگوں کے نام لئے گئے وہ صحیح معلوم ہوتے ہیں۔

پامالیٔ لاش حضرت سید الشہداء کی بابت علما مختلف البیان ہیں گو اس واقعہ کو عموماً تسلیم کیا جاتا ہے تاہم بعض کو اس میں تامل ہے جیسا کہ علامہ کلینی نے کافی میں اس سے انکار کیا ہے اور علامہ مجلسی بحار میں لکھتے ہیں والمعتمد عندی ما سیاتی فی روایۃ الکافی انہ لم یتیسر لہم میرے نزدیک کتاب کافی کی روایت میں معتبر یہ ہے کہ پامالی نہیں ہوئی۔